پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ وہ آج کل دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں عرب ملکوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ مصر کی مرکزیت کے پیش نظر وہاں زیادہ قیام رہا اور مختلف انجمنوں کے زیر اہتمام متعدد خطبے دیے اور ہندوستان کی اسلامی تحریکوں اور فکری رجحانات کا تعارف کرایا۔ یہ رسالے مصر میں چھپے ہیں، اس لیے "مصری مطبوعات" کے ضمن میں ان کا تعارف شاید ناموزوں نہ خیال کیا جائے۔

(۱) **مِنْ هُنَا نَبْدَأُ** مصنف شیخ خالد محمد خالد ازہری۔ ضخامت ۲۲۴ صفحات۔ نام کا لفظی ترجمہ ہے "ہم یہاں سے شروع کرتے ہیں"۔

یہ کتاب مصر کے اُس دَور کی ترجمانی کرتی ہے جب اسلام وہاں بے کس تھا۔ ہر لکھنے والا جو چاہتا اسلام اور قرآن کے متعلق لکھ ڈالتا۔ گو اب حالات بدل چکے ہیں اور اس حد تک بدل چکے ہیں کہ طٰہٰ حسین، محمد حسین ہیکل اور عباس محمود عقاد جیسے کفر و الحاد کے داعی اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سیرتیں لکھ رہے ہیں۔ ان حضرات کے فکر و عمل میں کوئی تبدیلی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، مگر یہ واقعہ ہے کہ حالات کی تبدیلی سے بازار کی مانگ بدل گئی ہے، اور یہ حضرات ایکٹروں کی طرح "طلب" کے مطابق منڈی میں مال پہنچا رہے ہیں۔ ممکن ہے بعض سادہ دل مسلمانوں کو ہماری یہ بات حیرت انگیز معلوم ہو۔ مگر افسوس کہ صورتِ حال یہی ہے۔ ایک واقعہ سے اس کا اندازہ ہوگا۔ اِن اصحابِ قلم میں سے ایک صاحب نے، جو ماشاء اللہ اسلامی نظامِ حکومت کے بڑے مداح ہیں، ایک مرتبہ فرمایا کہ "اگر رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی بنفس نفیس دوبارہ آکر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہیں تو میں پہلا مخالف ہوں گا" (العیاذ باللہ)۔ لیکن اس کے باوجود اب بازار کی مانگ دیکھ کر یہی لوگ اسلامی نظامِ حکومت کی اس طرح مدح سرائی کرتے ہیں کہ گویا ان سے بڑھ کر کوئی اس نظام کے قیام کا خواہشمند نہیں ہے۔

حالات کی اس تبدیلی کے باوجود کبھی کبھار "مِنْ هُنَا نَبْدَأُ" جیسی کتابیں اب بھی نکل آتی ہیں۔ بدنصیبی سے اس کے مصنف ازہر کے سند یافتہ عالم ہیں اور مصر میں دینی خدمات پر

مامور رہ چکے ہیں۔ کتاب کا مقصود اصل میں یہ ثابت کرنا ہے کہ "اسلام حکومت کا کوئی نظام لے کر نہیں آیا" اور یہ کہ "حکومت اور دین، دو الگ الگ چیزیں ہیں"۔ علمائے ازہر کی طرف سے یہ کوئی پہلی مرثسکانی نہیں۔ آج سے کوئی پچیس برس پہلے علی عبدالرازق صاحب اسی موضوع پر "الاسلام و اصول الحکم" کے نام سے ایک کتاب لکھ چکے ہیں، جس پر ان کی عالمیت کی سند چھین لی گئی تھی اور انہیں "فضلائے شرعی" کے منصب سے بھی الگ کر دیا گیا تھا[1]۔ اور تو اور خود شیخ مصطفیٰ المراغی (سابق شیخ الازہر) محمد حسین ہیکل کی کتاب 'حیاۃ محمد' کے مقدمہ میں تحریر فرما چکے ہیں کہ "اسلام عقائد و عبادات کے باب میں تو مفصل اور قطعی بیانات لے کر آیا ہے، لیکن حکومت، معاشرہ اور خاندان وغیرہ کے متعلق اس کی تعلیمات بالکل مجمل اور مبہم ہیں"۔

یہ کتاب ضبط بھی ہوئی، پھر عدالت نے بری کر دیا۔ علمائے ازہر کو خاموش کرنے کے لیے جج نے اپنے فیصلے میں سابق شیخ الازہر محمد مصطفیٰ المراغی کے اُن 'ارشادات عالیہ' سے بھی استدلال کیا ہے جن کا ذکر ابھی اوپر آ چکا ہے۔

کتاب کے ۴ باب ہیں:

(۱) الدین ... لا الکہانۃ	کہانت[2] نہیں بلکہ دین۔
(۲) الخبز ھو السلام	روٹی ہی میں امن ہے۔
(۳) قومیۃ الحکم	قومی "ملکیت" یعنی حکومت کا شریعت الٰہی سے بے نیاز اور قومی حاکمیت پر مبنی ہونا
(۴) المرأۃ المعطّلۃ	معطل چھپڑا (عورتیں)

---

[1] چند سالوں کے بعد پھر عالمیت کی سند واپس مل گئی اور منصب بھی بحال ہو گیا۔ شیخ خالد کی سند فضیلت بھی موردِ عتاب تھی۔ نہیں معلوم آخر فیصلہ کیا ہوا؟

[2] کہانت کا لفظ پاپائیت اور **Priesthood.** کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مصنف کا مطلب یہ ہے کہ مذہب تو گوارا ہے مگر مذہبی طبقے یعنی علماء کا اقتدار گوارا نہیں ہے۔

پہلے باب میں علماء کرام کی خبر لی گئی ہے اور انہیں دنیا کی تمام برائیوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں اشتراکیت کی دعوت ہے، مگر قانون کی شدت کے باعث دبے الفاظ میں یہ دونوں موضوع (علماء کی مذمت اور اشتراکیت کی تبلیغ) مصنف کو بہت مرغوب ہیں۔ ان کی نئی کتاب مواطنونؑ (ہم عایا۔ رعیت نہیں، بلکہ اہل وطن) جسے بعض نقاد اس رسوائے عالم کتاب کا "کفارہ" قرار دے رہے ہیں، بھی علماء کی جا و بے جا مذمت اور روس کی ثنا خوانی سے پُر ہے۔ ہر جگہ امریکہ اور یورپ کے مفکرین کے اقوال سند کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ قرآن و حدیث سے بھی کام لیا گیا ہے، مگر مشکل ہی سے کوئی آیت یا حدیث کا کوئی ٹکڑا تحریف سے محفوظ رہا ہو۔

تیسرے باب میں خاص طور پر "الاخوان المسلمون" اور ان لوگوں سے خطاب ہے، جو اس دور میں اسلامی نظام حکومت کے داعی اور اس کے قیام کے لیے کوشاں ہیں۔ چوتھے باب میں عورتوں کی مظلومیت اور بے کسی کا رونا رویا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مصنف کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو ایک سمجھتے اور مسلمان قوم کی ہزار سالہ برائیوں اور بداعمالیوں کو غریب اسلام کے سر تھوپتے ہیں۔ "قوميۃ الحکم" کے باب میں دین کے جھوٹے علمبرداروں، بے اصول مسلمانوں اور عیسائی بادشاہوں کی تمام بداعمالیاں اسلامی حکومت کے حساب میں جمع کر دی گئی ہیں۔ اور تازہ مثال کے طور پر سعودی عرب کی تعلیمی و اقتصادی پستی اور اس کے بادشاہ اور شہزادوں کی عیاشیوں اور عیش پرستیوں کو اسلامی نظام حکومت اور دینداری کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ (صفحہ ۱۸۶-۱۹۰)۔ جب بنیاد ہی سرتا پا غلط ہو، تو نتائج کیوں نہ غلط اور گمراہ کن ہوں؟

کتاب میں بعض مفید معلومات بھی ہیں۔ رونی بی بی امن ہے (الخبز ہو السلام) کے سلسلے میں مصر کی اقتصادی حالت سے متعلق بعض ایسی تحقیقیں بیان کی گئی ہیں جن سے اس خطہ میں پاکستان

ؑ مواطنون کو مصنف نے Nationals کے معنوں میں استعمال کیا ہے، جو لغت کے اعتبار سے صحیح نہیں۔ اور رعایا کو مظلوم و مقہور غلاموں کے مفہوم میں لائے ہیں، جو اس لفظ پر ظلم ہے۔ ایک ازہری عالم عبدالمتعال صعیدی نے (جو خود بھی بہکے ہوئے ہیں) لفظ رعایا کے غلط استعمال پر مصنف کو سختی کے ساتھ ٹوکا ہے

کے باشندے عام طور پر ناواقف ہیں۔ زمین کی غیر فطری تقسیم (ص ۱۱۵-۱۱۶)، بندوبست اراضی کے ظالمانہ قوانین، (ص ۱۱۸-۱۱۹، ۱۳۹) اور ملازمین کی تنخواہوں میں حد درجہ تفاوت (ص ۱۳۴)، اور اس قسم کے دوسرے مسائل سے متعلق مفصل معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک یہ حالات قائم ہیں، صرف تشدد اور فوجی قوانین سے اشتراکیت کا سیلاب نہیں روکا جا سکتا۔

آخری باب میں عورتوں کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، وہ حیرت انگیز ہے۔ مصر میں عورتوں کی تعلیم اور مغربی تہذیب کے اثرات اس درجے کو پہنچ گئے ہیں کہ سمجھ دار طبقے چیخ اُٹھے ہیں۔ اور تو اور عورتوں کی جدید تعلیم اور بے پردگی کے حامی بھی بے حیائی کی اس رفتار سے گھبرا رہے ہیں۔ مگر ازہر کا یہ بگڑا ہوا شیخ اس پر بھی مطمئن نہیں۔ لے دے کر صرف پارلیمنٹ کی ممبری اور انتخاب کا حق عورتوں کو مصر اور دوسرے عرب ملکوں میں حاصل نہیں۔ خوش قسمتی سے عرب ملکوں کے علماء اور اہل نظر اس بات پر متفق ہیں کہ عورتوں کو عام ملکی نظم ونسق میں دخیل نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے "نیل زادیوں" کی تمام ہنگامہ آرائیوں کے باوجود اب تک وہاں عورتیں ووٹ اور ممبری کے "کاروبار" سے الگ ہیں۔ کتاب کے مصنف اس پر بہت نالاں ہیں۔ اور یہاں یہ بات دلچسپی کے ساتھ سنی جائے گی کہ مصنف نے عورتوں کی صلاحیت کار کے سلسلے میں سب سے بڑی اسلامی حکومت پاکستان کی بے پردہ خاتون، بیگم شائستہ اکرام اللہ سہروردیہ کو حجت کے طور پر پیش کیا ہے نیز پاکستانی عورتوں کو بے محابا اور بے جھجک پریڈ کے لباس میں دیکھ کر بھی بڑی خوشی کا اظہار کیا گیا ہے: (ص ۲۱۱)

کتاب کا "تعارف" ذرا طویل ہو رہا ہے۔ آخر میں ایک بات اور سن لی جائے تو اچھا ہے۔ کتاب کی قیمت خاص طور پر بہت کم رکھی گئی ہے۔ اور ایک سال میں چار اڈیشن نکل چکے ہیں۔ نیز غیر ملکی عیسائی مشنریوں نے اس کی طباعت واشاعت میں خاص طور پر مدد کی ہے۔

(۲) مِنْ هُنَا نَعْلَم (ہم یہاں سے جانتے ہیں) مصنفہ محمد الغزالی۔ ۱۳۶ صفحے۔

یہ خالد محمد خالد کی کتاب من هنا نبدأ کا جواب ہے۔ اس کے مصنف الاخوان المسلمون